حضرت حسانؓ بن ثابت اور انکی شاعری

(از پروفیسر چوہدری غلام احمد صاحب ایم اے صدر شعبۂ علوم اسلامی اسلامیہ کالج لائلپور)

(۱)

(یہ مقالہ کل پاکستان اورینٹل کانفرنس پنجاب یونیورسٹی لاہور منعقدہ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۶ء میں سنایا گیا)

فرانسیسی مصنف لیبان نے کیا خوب کہا ہے کہ تمدن عرب کے سارے زمانہ میں شاعری کا چرچا رہا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی اس عروج پر نہ ہوئی جو اس نے جاہلیت میں حاصل کیا تھا۔ تمام اہل عرب خواہ وہ کسی شعبۂ زندگی سے وابستہ ہوں شعر و شاعری سے مانوس تھے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اکیلے عربوں کا منظوم کلام تمام دنیا کے منظوم کلام کے برابر ہے۔ انہیں اس کا اس قدر شوق تھا کہ وہ بعض اوقات فقہ، فلسفہ اور جبر و مقابلہ کو بھی نظم ہی میں لکھتے۔ اور ان کے اکثر قصص و حکایات میں نظم و نثر ملی ہوئی ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ردیف و قافیہ یورپ میں عربوں ہی سے آیا۔

عربوں میں شعر و شاعری اس درجہ مرغوب خاص و عام تھی کہ اس زمانہ میں شاعروں کا بڑا زور تھا۔ وہ اپنی نظم کے ذریعے سے جب چاہتے جوش مخالفت پیدا کر دیتے۔ شعر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ قریش نے اعشیٰ شاعر کو سو اونٹ محض اس لئے دیئے کہ وہ ان مدحیہ اشعار کی اشاعت نہ کرے جو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کہے تھے۔

اس نامور یورپین مستشرق کی شہادت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ دور جاہلیت کے عرب امی ہونے کے باوجود اپنے دماغی کارناموں کے باعث اس وقت کی بہت سی قوموں پر فوقیت رکھتے تھے۔ یہ لوگ ناخواندہ، غیر مہذب و ناشائستہ تھے مگر ان کی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی۔ یہ ریگستان اور سنگلاخ زمین میں رہنے والے تھے لیکن ان کی خطابت و شاعری کشمیر کی آب و ہوا کی طرح تر و تازہ اور پُر رونق و شاداب تھی۔ جہاں ان کے جذبات و احساسات کو ذرا ٹھیس لگی۔ پھر ان کی آتش دہانی و دریا بیانی کی کچھ حد نہیں رہتی تھی۔ ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے باوجود ان کے

کلام کی تازگی و نضارت شستگی و بلاغت ایسی ہی موثر ہے جیسی کہ اس تاریک زمانہ میں تھی۔
دورِ جاہلیت کی تقریباً دو صدیوں کا کلام مدوّن ہو کر ہم تک پہنچا ہے لیکن اس کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ کسی متمدن قوم نے صدیوں میں بھی جمع نہیں کیا۔ اگر علماء ادب کی یہ روایت ٹھیک ہے تو ابو تمام مؤلف حماسہ کو زمانۂ جاہلیت کی چودہ ہزار نظمیں یاد تھیں۔ حمّاد کو ستائیس ہزار قصائد یاد تھے اصمعی سولہ ہزار نظموں کا حافظ تھا۔ ابو ضمضم نے ایک مرتبہ ایسے سو شاعروں کے اشعار نقل کئے جن میں سے ہر ایک کا نام عمرو تھا۔
علماء ادب نے زمانہ کے اعتبار سے شعرائے عرب کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔
(۱) جاہلی - وہ شعراء جو زمانہ قبل از اسلام میں ہوئے جیسے امرئ القیس، زہیر، امیہ بن ابی الصلت۔
(۲) مخضرمی:۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پانے والے شاعر۔ جیسے کعب بن زہیر، حسّان بن ثابت، نابغہ جعدی۔ خنساء وغیرہ۔
(۳) اسلامی:۔ یعنی آغازِ اسلام سے لے کر بنو امیہ تک جو شاعر ہوئے، جیسے عمر بن ابی ربیعہ۔ اخطل، فرزدق اور جریر۔
(۴) مؤلّد۔ دورِ عباسی اور ان کے بعد کے شعراء مثلاً بشار بن برد، ابو العتاہیہ، ابو نواس ابن الرومی ابن المعتز، ابو تمام، المتنبی، ابو العلاء المعری وغیرہ۔
ان اصناف چہارگانہ میں سے جاہلی اور مخضرمی دور، خالص اور معیاری عربی زبان کے لئے ممتاز ہیں۔ بعد کے دور میں فصاحت و بلاغت کا یہ معیار قائم نہ رہ سکا۔ جب مختلف عجمی اقوام مشرف باسلام ہوئیں اور اسلامی تمدن اکناف ارضی میں پھیلا۔ تو عربی زبان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل لغت کے نزدیک متاخرین شعرا کا کلام سند نہیں۔ اور ٹکسالی زبان فقط وہی ہے جو جاہلیت یا آغازِ اسلام میں مروج تھی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جن کے مختصر سوانح اور کلام پر اجمالی تبصرہ یہاں مقصود ہے اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تبصرہ و تنقید سے قبل ان کی ذات کو بالاختصار آپ سے متعارف کرایا جائے۔
حضرت حسان کا شجرۂ نسب و سوانح | لیکن تاریخ ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے

ہیں کہ عربی ادب کا مطالعہ کرتے وقت ایک بڑی کمی جو محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شعراء کی زندگی کے حالات تقریباً بالکل نہیں ملتے۔ بڑے سے بڑے شاعر کے متعلق ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ چند سطروں یا زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ میں آسکتا ہے۔ لکھنے کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے راویوں نے اپنی دلچسپی اشعار تک محدود رکھی۔ اور صرف ان واقعات زندگی کو یاد رکھا جو یا تو غیر معمولی اہمیت نہیں رکھتے یا ان کی جانب شاعر کے کلام میں اشعار پائے جاتے ہیں۔

یہی حال حضرت حسان رض کا ہے۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ آپ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے جو ازد کی ایک شاخ ہے۔ عرب کے عام علماء انساب کے نزدیک ازد، بنو قحطان ہیں اور ان کا اصلی وطن یمن ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب ایک جانب سے آل جفنہ تک پہنچتا ہے جو غسانہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور ملک شام پر حکمران تھے۔ اور دوسری طرف لخمیین سے جو عراق کے حاکم تھے۔ کیونکہ ان سب کا مورث اعلیٰ عمرو بن عامر بن ماء السماء تھا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حسان حسب و نسب کے اعتبار سے عرب میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ اور اپنے اشعار میں فخریہ اظہار شرافت و نجابت کرنے میں حق بجانب تھے اور نیز یہ کہ غساسنہ اور آل منذر کی شان میں ان کے قصائد ان کے دوسرے اشعار سے کیوں ممتاز ہیں اس سے یہ راز سربستہ بھی الم نشرح ہوتا ہے کہ حضرت حسانؓ پر ملوک غسان کی پیہم نوازشات کی وجہ ان کی شاعری کے سوا کچھ اور بھی تھی۔ اور وہ تھا ان کا نسبی تعلق۔ بہر کیف ان کا پورا نسب نامہ یہ ہے۔

"حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار وہو تیم اللہ بن ثعلبة بن عمرو بن الخزرج بن حارثة بن ثعلبة وہو العنقاء ابن عمرو مزیقیاء بن عامر بن ماء السماء بن حارثة الغطریف بن امرئ القیس البطریق بن ثعلبة البہلول ابن مازن بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔"

ابو الولید، ابو عبد الرحمٰن اور ابو الحسام آپ کی کنیتیں ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام فریعہ ہے جو مشرف باسلام ہوئیں۔ آپ نے ایک سو بیس سال عمر پائی جس میں سے ساٹھ برس جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ برس مشرف باسلام رہے۔ یہ معلوم ہو چکا کہ آپ کا تعلق خزرج کے

بیلہ بنی نجار سے تھا۔ اور اوس اور خزرج کے دونوں قبیلے یثرب میں سکونت پذیر تھے۔ جو بعد میں ینۃ النبی اور پھر اختصاراً مدینہ مشہور ہوا۔ دونوں قبیلے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد انصار کے ب سے ملقب ہوئے۔

بنابریں حضرت حسان اہل مدر یعنی سکان قریٰ و امصار میں سے ہوئے نہ کہ اہل الوبر یعنی ساکنین یمہ میں سے۔ لہذا نقادانِ شعر کی رائے انه اشعر اهل المدر ان کے حق میں رست ہے۔

حضرت حسانؓ مدینہ میں اوس و خزرج اور یہود میں پروان چڑھے۔ اوس اور خزرج کی آپس ں ٹھنی رہتی تھی۔ اور ان میں یوم بعاث، یوم سمیعہ، یوم الدرک، یوم الربیع اور یوم البقیع کے ام سے بڑی بڑی لڑائیاں لڑی جا چکی تھیں۔ جن کا ذکر حضرت حسانؓ نے اپنے اشعار میں کیا ہے ر حسانؓ نے ان بڑی بڑی جنگوں میں وہی پارٹ ادا کیا ہے جو کہ ایک بہترین شاعر سے متوقع ہے۔ وہ اپنی قوم کا ذکر فخریہ انداز میں کرتے ہیں اور ان کی شجاعت و بسالت ذکر کرتے نہیں تھکتے۔ وہ اپنی خاندانی نجابت کے گن گاتے ہیں۔ اور اپنی قوم کو انتقامی کارروائی پر اکساتے ہیں۔ مگر خود بھول کر بھی کوئی عملی حصہ نہیں لیتے۔

آخر کیوں؟ اس لیے اور صرف اس لیے کہ حسان شاعر تھے جنگجو سپاہی نہیں تھے۔ اور شاعر جب تک شاعر ہے سیف و قتال سے بے نیاز ہے۔ جب تک شاعر کی زبان تلوار کا کام دیتی ہے وہ سیف آہنی کا محتاج نہیں۔ اور جب تک وہ قوتِ بیانیہ سے مسلح ہے خود و زرہ سے بے نیاز ہے اور یہ امر عہد جاہلیت ہی سے مخصوص نہیں۔ حضرت حسانؓ تمام غزواتِ نبوی میں شریک رہے مگر آہنی اسلحہ کی ضرورت کبھی محسوس نہ فرمائی۔ ہمیشہ زبان سے تلوار کا کام لیا۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے اس ضمن میں بڑا دلچسپ واقعہ سنایا ہے۔ فرماتی ہیں کہ غزوہ خندق کے دن حسان ہمارے ساتھ قلعہ میں تھے۔ اور اس میں بہت سی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ایک یہودی ادھر سے گذرا اور قلعہ کے گرد گھومنے لگا۔ ان دنوں بنو قریظہ معاہدہ توڑ کر مسلمانوں سے برسرِ پیکار تھے اور ہمیں خطرہ تھا کہ ان کے حملے کی صورت میں ہمارے پاس مدافعت کا کوئی سامان نہیں۔ صحابہ دشمن کے مقابلہ میں تھے۔ اور کسی طرح ہماری مدد نہ کر سکتے تھے۔ میں نے کہا حسان! یہ یہودی آپ کے

سامنے قلعہ کا چکر لگا رہا ہے اور کچھ بعید از قیاس نہیں کہ یہود کو ہمارے متعلق آگاہ کر دے۔ نیچے اتر کر اسے قتل کر دیجئے۔ حضرت حسانؓ نے شاعرانہ انداز میں کہا۔ عبدالمطلب کی بیٹی! خدا تمہیں معاف فرمائے۔ آپ جانتی ہیں کہ میں اس قابل نہیں۔ حضرت صفیہ فرماتی ہیں میں نے یہ بات سنی تو ایک کھمبا لئے نیچے اتری اور یہودی کو جہنم رسید کر دیا۔ واپسی پر حسانؓ سے کہا کہ اب جا کر مقتول کا اسلحہ اتار لیجئے مجھے یہ امر مانع ہے کہ مقتول مرد ہے اور ایک عورت کے لئے زیبا نہیں کہ وہ مرد کا سامان اتارے حضرت حسانؓ نے برملا کہا۔ عبدالمطلب کی بیٹی! مجھے سامان سے کیا واسطہ۔

حضرت حسانؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ اشعار پڑھے ؎

لقد غدوت امام القوم منتطقا بصارم مثل لون الملح قطاع

تو آپ نے بے ساختہ تبسم فرمایا۔ آخر اس سے موزوں تر تبسم کا موقع اور کیا ہو سکتا ہے کہ حسانؓ کے سے دل گردے کے آدمی کو ادعائے جنگ و قتال ہو۔

بعض لوگوں نے حضرت حسانؓ کے اس حد سے بڑھے ہوئے جبن کی وجہ یہ بتائی ہے کہ واقعہ افک میں جب انہوں نے صفوان بن معطل کے متعلق اپنا یہ شعر پڑھا۔

امسی الجلابیب قد عزوا وقد کثروا وابن الفریعۃ امسی بیضۃ البلد

تو صفوانؓ نے سامنے آکر تلوار ماری۔ اور یہ شعر پڑھا۔

تلق ذباب السیف عنی فاننی غلام اذا ھوجیت لست بشاعر

اس واقعہ کے بعد صفوان اور حسان دونوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا۔ آپ نے پہلے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن بعدہ معاف فرمایا۔ پھر ماریہ قبطیہ کی بہن سیرین ان کو بخش دی۔ جن سے عبدالرحمان پیدا ہوئے جو بعد میں شاعر ہوئے۔

گو یہ واقعہ درست ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے جبن کا باعث یہی ہے اصل سبب ان کا شاعر ہونا ہی ہے کہ گفتار کا غازی کردار سے عموماً عاری ہوتا ہے۔

شاعری آل حسان میں | مبرد نحوی کا قول ہے کہ حضرت حسان کے خاندان میں کئی پشتوں تک شاعری کا پتہ چلتا ہے اور اس امر میں وہ جاہلیت کے مشہور شاعر زہیر بن ابوسلمیٰ سے مشابہ ہیں۔ ان کے خاندان میں علی الترتیب چھ شعراء پائے جاتے ہیں۔

"سعید بن عبدالرحمان بن حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام"

یعنی ایک طرف اگر ان کا پردادا شاعر ہے اور دوسری طرف پوتا بھی شاعر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شاعری ورثہ کی چیز ہے۔ مگر اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ شاعری ان کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ حضرت حسان کے بیٹے عبدالرحمان اگر بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں تو اس میں فی الجملہ ان کے والد کی شاعری کی شہادت موجود ہے۔ برقوقی لکھتے ہیں کہ عبدالرحمان ابھی کم سن تھا کہ بھڑ نے کاٹا، روتا ہوا باپ کے پاس آیا۔ حسان نے پوچھا کیا ہوا۔ کہا۔ لسعنی طائر۔ مجھے ایک اڑتے ہوئے پرندے نے کاٹ کھایا ہے وہ کیا تھا۔ بولا خبر نہیں۔ پھر پوچھا کیا صورت شکل تھی؟ بچہ نے بے ساختہ کہا۔ کانہ ملتف ببردی حبرۃ۔ متعجب ہوئے اور کہا ع بنی شاعر ورب الکعبۃ۔

اصمعی مشہور نقاد سخن کہتے ہیں۔ بادل کی تعریف میں کسی عربی شاعر نے عبدالرحمان بن حسان سے بڑھ کر شعر نہیں کہا۔

اور سب سے اچھے ہجویہ اشعار وہ ہیں جو عبدالرحمان نے مروان کے بھائی عبدالرحمان بن الحکم کے بارہ میں کہے۔ ایک دن حسان نے یہ شعر پڑھا ع

وان امرأ یمسی ویصبح سالماً   من الناس الاماجنی لسعیدٗ

تو عبدالرحمان نے برجستہ کہا ع

وانّ امرأ نال الغنی ثم لم ینل   صدیقاً ولاذا حاجۃ لزھیدٗ

سعید بن عبدالرحمان نے فی الفور کہا ع

وان امرأ لاحی الرجال علی الغنی   ولم یسأل اللہ الغنی لحسودٗ

حضرت حسانؓ کے کلام کی نوعیت | حضرت حسانؓ اپنے اشعار میں دو عورتوں سے تشبیب کرتے ہیں۔ شعثاء اور عمرہ، شعثاء کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ وہ سلام بن مشکم یہودی کی بیٹی تھی حسانؓ نے شعثاء نامی عورت سے شادی بھی کی تھی۔ جس سے ام فراس نامی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور یہ قبیلہ خزاعہ سے وابستہ تھی۔

دوسری عورت عمرہ ہے یہ صامت بن خالد بن عطیہ کی بیٹی ہے۔ اس سے حضرت حسانؓ

نے نکاح کیا پھر طلاق دے دی مگر بعد ازاں نادم ہوئے اور اشعار میں اظہار افسوس کیا حضرت حسانؓ کا غزلیہ کلام دور جاہلیت سے متعلق ہے مشرف باسلام ہونے کے بعد ان کی شاعری مدح وہجا اور فخر میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اور یہ بھی غنیمت ہے کہ انہوں نے جاہلیت کے مشہور شاعر لبید کی طرح اسلام لانے کے بعد شاعری مطلقاً چھوڑ نہیں دی۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ؎

الحمد للہ اذ لم یاتنی اجلی　　حتی لبست من الاسلام سربالا

حضرت حسان کا ذریعہ معاش آل حسان اور آلِ منذر سے ان کے خاندانی تعلقات تھے اسلام سے پہلے ان دونوں شاہی درباروں میں جاتے اور نعمانی اور غسانی بادشاہوں کی تعریف میں معرکے کے قصیدے کہتے۔ یہ لوگ بھی دل کھول کر انعام دیا کرتے تھے اسی لئے نقادانِ سخن کی رائے ہے کہ حضرت حسانؓ کے سب سے زوردار اشعار وہ ہیں جن میں ملوک غسان کی ثنا خوانی کی گئی ہے۔

علامہ ابن رشیق قیروانی نے کتاب العمدہ کے ایک باب میں یہ بحث چھیڑا ہے۔ کہ مدح میں سب سے بڑھ کر کون سا شعر ہے۔ اور اس ضمن میں آئمہ فن کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حطیئہ جو مشہور مخضرمی شاعر تھا جب مرنے لگا تو کہا کہ انصار مدینہ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ تمہارا بھائی حسان سب سے بڑا مداح گو ہے جس کا یہ شعر ہے ؎

یُغشَونَ حتیٰ ما تہِرُّ کلابھم　　لا یَسئَلُونَ عن السواد المقبل

عرب میں لوگ عموماً کتے پالتے تھے یہ کتے اجنبی آدمی کو دیکھ کر بھونکتے تھے شاعر کہتا ہے کہ ملوکِ غسان کے پاس مہمان اس کثرت سے آتے جاتے ہیں کہ ان کے کتے کسی کو دیکھ کر بھونکتے نہیں کیونکہ آنے والوں سے مانوس ہو گئے ہیں۔ اور اہل غسان کسی سے یہ نہیں پوچھتے کہ وہ کون ہیں اور کس مقصد کے پیش نظر آئے ہیں۔

ملوک غسان کے الطافِ کریمانہ دور جاہلیت تک محدود نہیں رہے بلکہ حسانؓ کے مشرف باسلام ہونے اور ان کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ آل جفنہ کا آخری تاجدار جبلہ بن ایہم غسانی جب اسلام لانے کے بعد مدینہ وارد ہوا اور عدلِ فاروقی کی تاب نہ لا کر عیسائیت قبول کر کے قسطنطنیہ پہنچا۔ تو حضرت عمرؓ نے جثامہ بن مساحق کنانی کو ہرقل شاہ روم کے نام دعوت اسلام پر مشتمل خط دے کر قسطنطنیہ روانہ کیا۔ وہ دعوتِ اسلام تو کیا مانتا البتہ قاصد کی تعظیم و تکریم خوب بجا لایا۔

اور واپسی کے وقت ان کے عرب برادر جبلہ کو ملنے کی طرف توجہ دلائی ۔ وہ ملاقات کے لئے گئے تو جبلہ کے ہاں عجب شان وشوکت ملاحظہ کی ۔ سونے چاندی کے برتن ۔ زریں کرسیاں ، مطلا قالین اور زرق برق لباس آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا ۔ ملاقات کے بعد مے نوشی کا دور چلا ۔ پھر نازک اندام لونڈیوں نے مجلس سرود گرم کی ۔

اور حضرت حسان رضؓ کے یہ اشعار سازوں کی جھنکاریں گانے شروع کئے ۔

لِلّٰہِ درُّ عصابۃ نادمتھم یوماً بجلق فی الزمان الاوّل

جبلہ نے بتایا کہ اشعار میں جن مقامات کا نام آیا ہے وہ ان کے وطن مالوف دمشق کے نواح میں ہیں ۔ اور یہ اشعار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شاعر حسان کے ہیں ۔ جثامہ نے کہا حسان تو بوڑھے اور اندھے ہو گئے ۔ جبلہ نے اسی وقت پانچ صد دینار اور پانچ ریشمی خلعت منگوا کر ان کے حوالے کئے اور کہا سلام کے بعد یہ تحفہ انہیں دے دیں ۔

پھر اسی قدر رقم جثامہ کو پیش کی ۔ وہ رقم تو کیا لیتے رو پڑے ۔ جس سے جبلہ بھی اپنے آنسو نہ تھام سکا ۔ اور لونڈیوں سے غم افزا ترانہ سننے کی فرمائش کی ۔ انہوں نے حضرت حسان کے یہ اشعار گانے شروع کئے ۔

تنصرت الاشراف من عار لطمۃ وما کان فیھا لو صبرت لھا ضرر

تکنفنی فیھا لجاجٌ ونخوۃ ولعت بھا العین الصحیحۃ بالعور

خیالیت امی لم تلدنی ولیتنی رجعت الی القول الذی قال لی عمر

جثامہ کہتے ہیں ہم دونوں اس قدر روئے کہ آنسوؤں کی لڑیاں موتیوں کی طرح جبلہ کی داڑھی پر بہہ رہی تھیں ۔ مدینہ آکر تمام واقعہ حضرت عمر فاروق رضؓ کو سنایا ۔ دریافت کیا کیا آپ کو کچھ دیا ؟ میں نے کہا حسان کے لئے پانچ صد دینار اور پانچ خلعت بھیجے ہیں ۔ حسان بلائے گئے ۔ نابینا ہونے کی وجہ سے قائد ساتھ تھا ۔ سلام کے بعد کہا ۔ امیر المؤمنین ! مجھے آل جفنہ کی روحوں کی خوشبو آرہی ہے ۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا ۔ خدا نے اسی ذریعہ سے آپ کی مدد کردی ۔ حسان یہ شعر گنگناتے گھر لوٹے ؎

انّ ابن جفنۃ من بقیۃ معشر لم یغذھم آباؤھم باللوم

لم ینسی بالشام اذ ھو ربھا　　　كلا ولا متنقر بالروم
یعطی الجزیل ولا یراہ عندہ　　　الا کبعض عطیۃ المزموم

مشرف باسلام ہونے کے بعد حضرت حسانؓ نے اپنی مرضی سے کفار کی ہجو گوئی کا کٹھن کام اپنے ذمے لیا اور دل و جان سے اسے نباہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کہ حسان کے اشعار کفار کے لئے تیر سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ رسول مقبولؐ کو آپ کی اس قدر خاطر داری منظور تھی کہ آپ کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا تھا اس پر چڑھ کر آپ اپنا کلام سناتے۔ اس لئے بیت المال ان کی سرپرستی کرتا تھا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب ۵۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے عہد میں آپ نے وفات پائی۔

اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے غسانہ و مغاذرہ کی مدح گوئی کو اپنے لئے ذریعہ معاش بنایا۔ یہ بات عربی شاعری کا طغرائے امتیاز ہے کہ یہاں شاعری کا آغاز فطری جذبات و احساسات سے ہوا۔ ایران کی طرح مداحی اور خوشامد گوئی میں اس کی زبان نہیں کھلی۔ عرب ہمیشہ سے جنگ جو۔ بہادر، مہمان نواز، سیر چشم، غیور اور بلند ہمت تھے۔ اور انہی باتوں کو نظم میں ادا کرتے اور یہی ان کی شاعری تھی۔

سب سے پہلا شخص جس نے بادشاہ کی مدح لکھی زہیر بن ابی سلمیٰ جس نے ہرم بن سنان کی مدح کی۔ تاہم اس نے یہ آن قائم رکھی۔ کہ ہرم نے جب یہ حکم دیا کہ زہیر جس وقت دربار میں آئے اور مجھ کو سلام کرے تو اس کو انعام دیا جائے۔ اس حکم کے بعد زہیر جب کبھی دربار میں جاتا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ بادشاہ کے سوا اور سب کو سلام کرتا ہوں۔

زہیر کے بعد نابغہ ذبیانی نے سلاطین کی مداحی کی اور اسی وجہ سے تمام عرب میں ذلیل ہوا۔ اور اس کی قدر و منزلت جاتی رہی۔

ابن رشیق قیروانی کتاب العمدہ میں لکھتے ہیں۔ فَسَقَطَتْ مَنْزِلَتُهُ وَتَكَسَّبَ مَالًا جَسِيمًا

اہل عرب مداحی کو جس قدر ذلیل پیشہ خیال کرتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ عمر بن ابی ربیعہ مشہور قریشی شاعر کو جب عبدالملک نے اپنی مدح کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں صرف عورتوں کی مدح کیا کرتا ہوں۔

ابن میادہ نے خلیفہ منصور کی مدح میں قصیدہ لکھا اور قصد کیا کہ بغداد جا کر دربار میں سنائے سوار ہو رہا تھا کہ اس کا نوکر حسبِ معمول اونٹنی کا دودھ لے کر آیا۔ ابن میادہ نے پی کر پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور کہا استغفر اللہ اس کے ہوتے ہیں امیر المومنین کی مدح لکھتا اور بغداد جاتا ہوں۔

حضرت حسان رضؓ عرب شعراء کے اس معیار پر پورے نہیں اترتے اور ان کی جانب سے جو اعتذار پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ملوک غسان ان کے ممدوح ہی نہ تھے بلکہ نسلی قرابت داری کے مضبوط بندھنوں نے بھی ان کو آل غسان سے جکڑ رکھا تھا۔ وہ جب ان کے آباؤ اجداد کی ثنا خوانی کرتے ہیں تو یہ ان کی اپنی قوم کی مدح ہے۔ کیونکہ وہ آلِ غسان سے غیر نہیں۔ وہ ان کی مدح بڑے بڑے صلات کی امید پر نہیں بلکہ اپنی قوم کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے کرتے تھے۔ اور یہ ایک عربی شاعر کا حق ہے کہ وہ فخریہ انداز میں اپنے آباؤ کرام کی تعریف کے گن گائے اور ان کی مدح خوانی میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے۔ دوسری جانب ملوک غسان کے عطیات اگر مدح گوئی کا صلہ ہو سکتے ہیں تو ان میں صلہ رحمی اور قرابت داری کا پہلو بھی موجود ہے اور یہ زیادتی ہے کہ دونوں امکانات کے ہوتے ہوئے ایک کو نظر انداز کر کے دوسرے پر زور دیا جائے (باقی)

مفت!

مولانا محمد سورتی مرحوم پروفیسر جامعہ ملیہ دہلی

کا

"برزخ اور عذاب قبر" کے انکار کرنے والے منکرین حدیث کے جواب میں مدلل اور سیر حاصل مقالہ جو کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے صفحات ۹۰

صرف دو آنے کے ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کیجئے۔

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ۔ لاہور

ہندوستانی شائقین حدیث کو

خوش خبری

بھارت میں المکتبۃ السلفیہ لاہور کی طبع کردہ نسائی شریف و دیگر کتب المکتبۃ السلفیہ ہی کے مقررہ ہدیہ جات پر پتہ ذیل سے طلب فرمایئے۔

ناظم

مکتبہ اشاعتِ دینیات مومن پورہ بمبئی ۱۱